R. No. 2186/57 | Regd. No. L. 922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

Date 1-8-15-22 | Phone—29 | Annual Rs. 5/- | per Copy-15 P.

ہماری زبان

جلد ۲۷ : شمارہ ۲۴ | ایڈیٹر : آل احمد سرور | ۲۲ جون ۱۹۶۸ء

اداریہ

اردو گھر کے لئے چندے کی فراہمی

ہم یہ اعلان کر چکے ہیں کہ "اردو گھر" کی تعمیر کے لئے ہمیں اردو دوستوں سے چندہ کرنا ہے۔ اس غرض سے دہلی، بمبئی، حیدرآباد اور دوسرے بڑے شہروں میں خاص تہذیبی پروگرام ہوں گے جن کے لئے مقامی اردو دوستوں کی کمیٹیاں بنائی جائیں گی۔ فی الحال ہم ہماری زبان کے ذریعے سے اخبار کے خریداروں اور ان اردو دوستوں سے اپیل کرنا چاہتے ہیں جن کی نظر سے اخبار گزرتا ہے۔ ہماری زبان انجمن کا آرگن ہے۔ اس کے خریداروں کا فرض ہے کہ وہ اپنے طور پر بھی اس کار خیر میں حصہ لیں۔ یکم جولائی سے ہر ہفتے ہماری زبان میں ان اشخاص کی فہرست شائع ہوگی جو براہ راست جنرل سکریٹری کے نام اپنا چندہ بھیجیں گے۔ یہ چندہ چیک، منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ سے بھیجا جا سکتا ہے۔ شاخوں سے چندے کے لئے علیحدہ اپیل کی گئی ہے اور ان اشخاص سے جو صاحب استطاعت ہیں اور اردو سے ہمدردی رکھتے ہیں، براہ راست رابطہ قائم کیا جائے گا۔ لیکن عام خریداروں کا بھی اس کام میں ہاتھ بٹانا ضروری ہے۔ اسی طرح قطرہ قطرہ دریا ہوتا ہے۔

ہم نے ایک روپے، پانچ روپے، دس روپے، بیس روپے اور پچاس روپے کی رسیدیں، عام چندے کے لئے چھپوائی ہیں۔ رسیدوں کی کتابیں تو صرف ریاستی شاخوں، مجلس عام کے ممبروں اور خاص خاص ہمدردوں کو دی جائیں گی، لیکن جس کا چندہ دفتر میں وصول ہوگا اس کو دفتر سے باقاعدہ رسید بھیجی جائے گی۔ اس رقم کے لئے اردو گھر کے نام بینک میں علیحدہ حساب کھول دیا گیا ہے۔

پانچ لاکھ کی رقم کوئی بڑی رقم نہیں ہے۔ ہندوستان میں ڈھائی کروڑ، تین کروڑ تک اردو بولنے والے بستے ہیں۔ جو لوگ اپنی زبان کے علاوہ اردو بھی جانتے ہیں ان کی تعداد بھی خاصی ہوگی۔ اس کے علاوہ اردو سے ہمدردی رکھنے والے اور اس کے ادب کی قدر کرنے والے بھی بڑی تعداد میں ہیں۔ ای۔ ایم فاسٹر نے جو راس مسعود مرحوم کا دوست تھا، اردو کے لئے چندہ دیا تھا، حالانکہ وہ اردو نہیں جانتا تھا۔ مگر چونکہ یہ اس کے دوست کی زبان تھی اس لیے اسے بھی اردو سے دلچسپی تھی۔ ایسے بھی بہت سے لوگ ہوں گے جو اردو نہیں جانتے ہوں گے مگر اس کی ترقی چاہتے ہوں گے۔ ان سب سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اردو گھر کے لئے چندہ دے کر اپنی ہمدردی کا عملی ثبوت دیں اور اس زبان کی بقا اور ترقی کی مہم میں تعاون کریں۔

زبان کے مسئلے پر جذبات کا اظہار تو بہت ہوتا ہے، مگر عملی قدم کم لوگ اٹھاتے ہیں۔ اگر آج کے پر آشوب دور میں اردو کو زندہ رکھنا ہے تو اس کے لئے ایک نہیں بہت سے ذرائع استعمال کرنے ہوں گے۔ ان اداروں اور انجمنوں کو جو خلوص اور سنجیدگی سے اردو کی خدمت کر رہی ہیں مضبوط کرنا ہوگا۔ انھیں خود کفیل بنانا ہوگا، اردو کی تعلیم کا بڑے پیمانے پر خود انتظام کرنا ہوگا، اردو کے اخباروں کا معیار بہتر کرنا ہوگا اور ان کی اشاعت بڑھانا ہوگی۔ اردو کی اچھی کتابوں کی نکاسی کی سبیل کرنی ہوگی۔ اردو کے کتب خانے اور ریڈنگ روم قائم کرنے ہوں گے۔ بالغوں کو اردو پڑھانے کے لئے مرکز کھولنا ہوں گے۔ اردو کے ادیبوں اور شاعروں کی ہمت افزائی کرنی ہوگی۔ ہر فرد یہ سب کام نہیں کر سکتا، مگر بڑے ادارے ان سب پہلوؤں کی طرف توجہ کر سکتے ہیں۔ انجمن اس وقت اردو کی سب سے پرانی اور سب سے بڑی جماعت ہے۔ ۱۹۰۳ء سے یہ اردو کی خدمت کر رہی ہے۔ اس نے اردو ادب کے سرمائے میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ زبان کی حفاظت کے سلسلے میں اس نے ہنگامہ آرائی نہیں کی، مگر یہ حکومت اور عوام دونوں کو ان کا فرض برابر یاد دلاتی رہتی ہے اور اس کے پیچھے تمام اہم سیاسی جماعتوں اور تمام مذاہب کے لوگوں کی تائید ہے۔ انجمن کو مضبوط بنانا اور اسے خود کفیل کرنا ہر اردو دوست کا فرض ہے۔ ان سب کاموں کے لیے ضروری ہے کہ انجمن کا دفتر

دہلی میں جلد سے جلد بن جائے۔ وزیرِ اعظم اس کا سنگِ بنیاد رکھ چکی ہیں عمارت کے نقشے تیار ہیں۔ تعمیر کا کام عنقریب شروع ہو جائے گا۔ انجمن نے سرمایہ محفوظ ہے جو ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے۔ خدا کا نام لے کر تعمیر کا آغاز کر رہی ہے۔ اسے یقین ہے کہ اردو دوست نہایت گرم جوشی سے اس کی اپیل پر لبیک کہیں گے اور چند ماہ کے اندر پانچ لاکھ کی رقم جمع ہو جائے گی۔ ہماری خواہش یہ ہے کہ ۱۹۶۹ء کے آغاز میں جب غالب کی سوویں برسی منائی جائے گی، انجمن کے نئے دفتر میں غالب کی یاد میں بھی جلسے ہوں اور اس موقع پر انجمن کی وہ کتابیں بھی منظرِ عام پر آئیں جو انجمن تیار کرا رہی ہے۔

علی گڑھ میگزین غالب نمبر

علی گڑھ۔ غالب کی سوویں برسی کے موقع پر مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ میگزین کا خصوصی شمارہ "غالب نمبر" کی شکل میں پیش کرے گی جس میں مسلم یونی ورسٹی کے طلبہ اور اساتذہ کے مضامین مرزا غالب کی زندگی اور مختلف پہلوؤں پر شامل ہوں گے۔ غالب نمبر کے ایڈیٹر بشیر بدر اور اس کے نگراں پروفیسر آل احمد سرور ہیں۔ یہ نمبر شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی کے زیرِ اہتمام شائع ہوگا۔ (نامہ نگار)

حسن شہیر

جادو ہے

جادو ہے میری آنکھوں میں تمہاری آنکھوں کا
نہیں وہ چپکے سے چھین چھین کر یہ جادو تمہاری آنکھوں میں لگاتا ہے
قہقہہ لگاتا ہے تو سبز پھول جھڑتے ہیں
قہقہے
اجلی اجلی بانہوں پہ گرتے ہیں
فرش پر بے شمار قہقہے گرتے ہیں
اور میں ان کو اپنے ہاتھوں میں لے کے دیکھتا ہوں
فرش پر بے شمار جادو کے قطرے پڑے ہوئے ہیں
ہنو تو تمہاری آنکھوں میں روشنی ہے
بہت دنوں سے میں نے تم کو نہیں دیکھا ہے
پھول نہیں کھلایا ہے تمہاری آنکھوں میں
گیت نہیں گایا ہے تمہاری آنکھوں میں
سورج کی روشنی تمہاری۔ ماتھے پہ چمک رہی ہے
جس سے ویران دل میں روشنی ہوتی ہے
ویران ویران راتوں میں روشنی ہوتی ہے
محبت کے پھول کھلتے ہیں
اور قہقہے تمہاری آنکھوں میں گاتے ہیں

ہماری زبان کے خریداروں سے ہماری اپیل یہ ہے کہ وہ اپنا چندہ جنرل سکریٹری کے نام جلد سے جلد بھیج دیں۔ رقم کے سلسلے میں سوچ بچار کی ضرورت نہیں ہے۔ جو شخص جو کچھ دے سکتا ہے وہ خوشی سے قبول کیا جائے گا۔ مقصد صرف چندہ نہیں، ہر اردو دوست سے براہِ راست تعلق قائم کرنا بھی ہے تاکہ اردو تحریک کے چلانے میں اس کا ذاتی حصہ بھی ہو اور اس طرح انجمن کا کام زیادہ ہمہ گیر، زیادہ مضبوط اور زیادہ جاندار ہو سکے۔

لسانی جھگڑوں کے سدِ باب کے لیے ہندوستان کی مختلف زبانوں کے ادبا و شعرا کی کانفرنس

بمبئی۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں رہنے والے لوگوں میں قومی وحدت پیدا کرنے کے لئے ستمبر کے مہینہ میں مہاراشٹر گجرات اور گوا کے شعراء اور ادیبوں کی ایک سہ روزہ کانفرنس ہونے والی ہے اس کا اہتمام ایک تنظیم "اچار بھارتی" نے کیا ہے جو مختلف زبانوں اور علاقوں کے ادبا کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس کانفرنس میں علاقائی لسانی اور طبقاتی کشمکش کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ کانفرنس کے دوران ایک نمائش کا اہتمام کیا جائے گا جس میں جدوجہد آزادی سے متعلق تمام کتابیں رکھی جائیں گی۔ اس تنظیم میں مراٹھی، گجراتی، ہندی، اردو اور انگریزی کے ادبا شامل ہیں۔ (ریاست)

عالمی پنجابی کانفرنس

نئی دہلی۔ آئندہ سال یہاں پٹیالہ میں ایک عالمی پنجابی کانفرنس ہوگی۔ اس کا اہتمام پنجابی کے مشہور ادیب کر رہے ہیں۔ اس کانفرنس میں ایک اسکیم تیار کی جائے گی جس کا مقصد دنیا کے مختلف حصوں میں پنجابی ادب اور پنجابی ثقافت کو فروغ دینا ہوگا۔ (ہند)

منشورات شائع ہوگئی

اردو کے مشہور محقق اور ماہر لسانیات برج موہن دتاتریہ کیفی مرحوم کی کتاب منشورات کا نیا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے۔ اسے انجمن ترقی اردو دہلی نے کیفی کے جشنِ صد سالہ کے سلسلے میں شائع کیا ہے۔ کتاب کی ترتیب و تدوین کا کام ڈاکٹر گوپی چند نارنگ ریڈر شعبۂ اردو دہلی یونی ورسٹی نے کیا ہے۔ اس کا پیش لفظ جناب مالک رام صاحب نے لکھا ہے۔ مقدمہ میں ڈاکٹر نارنگ نے کیفی کی لسانی خدمات پر روشنی ڈالی ہے اور وضاحت طلب امور سے بحث کی ہے۔ آخر میں اشاریہ موضوعات کا اضافہ کر دیا ہے، جس سے مطالعہ و مراجعت میں آسانی ہو جائے گی۔ کتاب انجمن ترقی اردو دہلی سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

(نامہ نگار)

طیب انصاری

تاریخ اردو ادب سے متعلق ایک اہم تحریری دستاویز

تحقیق کی دنیا امکانی دنیا ہے اور یہ دنیا وسیع بھی ہے اور بسیط بھی۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ تحقیق کے فن میں "حرف آخر" "حرف غلط" ہے! اور اسی وجہ سے ہمیں جلد بازی میں حکم لگانے اور تاریخ کے تعین میں عجلت نہیں کرنی چاہئے۔ ایک زمانہ تھا ولی ہمارا پہلا شاعر تھا، زور مرحوم کی کوششوں کے نتیجہ میں قلی قطب شاہ کو زمانۂ دراز تک "اردو کا پہلا شاعر" قرار دیتے رہے۔ پھر ہاشمی نے نظامی بیدری کے بارے میں لکھا "یہ پہلا شاعر ہے جو سلطان احمد شاہ بہمنی المعروف نظام شاہ (۸۶۵ھ تا ۸۶۷ھ) کے دور حکمرانی میں موجود تھا" آج کل ہم بندہ نواز ہی کو پہلا شاعر و نثار سمجھنے لگے ہیں حالانکہ ابھی ہم تحقیق کے کام میں جتے ہوئے ہیں! بندہ نواز کے بارے میں مختلف رائیوں کا اظہار کیا گیا اور بعض محقق تو ایسے بھی ہیں جو معراج العاشقین کو حضرت بندگی مخدوم کی تصنیف ہی نہیں مانتے اس تعلق سے ہم فی الحال کیا کہہ سکتے ہیں جب کہ ابھی تک ایسی شہادت اندرونی و بیرونی نہیں ملی ہے جس کی مدد سے قطعی حکم لگا سکیں؟! تاہم ہم اس بات پر متفق تھے کہ اردو نثر و شعر کا آغاز بندہ نوازی عہد کی دین ہے لیکن آج میں محققین اردو ادب کے سامنے ایک ایسی "تاریخی تحریر" پیش کر رہا ہوں جس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اردو ادب کی ابتداء حضرت بندہ نواز کے دکن میں آمد سے قبل ہی ہو چکی تھی بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت کلیم الدین انصاری المعروف بہ میاں محمود انصاری نے دکنی نثر و نظم میں اپنے کارنامے چھوڑے ہیں گو آپ کا تعلق بھی عہد بندہ نواز ہی سے ہے لیکن آپ بندہ نواز کی دکن میں آمد سے قبل الند شریف (ضلع گلبرگہ) میں اپنے اہل خاندان کے ساتھ موجود تھے اور اپنے دادا حضرت شیخ علاء الدین انصاری قدس سرہ العزیز کے زیر تربیت تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف تھے۔ اور اسی تحریر کی روشنی میں ہم شیخ کلیم الدین انصاری المعروف بہ میاں محمود انصاری کو اردو کا (تادم تحریر) پہلا مترجم و پہلا مصنف قرار دے سکتے ہیں اور یہی اردو کے پہلے ادیب و شاعر بھی ہیں۔ چنانچہ میں یہاں اس تحریر کو پیش کر رہا ہوں جس کی مدد سے ہم تاریخ ادب کے آغاز و ابتداء کے بارے میں ایک نئے زاویہ نگاہ کو اختیار کر سکیں اور یقیناً یہ اہم تحریر ہمارے ادب کی تاریخ میں ایک اہم اضافہ ہی اور بنیادی بھی ہے!

میرے جد امجد حضرت شیخ رشید الدین انصاری عرف لاڈلے انصاری ... میراں شیخ قمبر انصاری نے قرآن حکیم کے ایک قلمی نسخہ میں حضرت کلیم الدین انصاری عرف میاں محمود انصاری ابن حضرت قمبر انصاری کی دکنی تالیفات و تصانیف کا ذکر فرمایا ہے اور ان کتابوں کو حفاظت محفوظ رکھنے اور حالات کے سازگار آنے پر ان کی نشر و اشاعت کی ہدایت بھی آنے والی اولاد کو فرمائی ہے اس تحریر کا مقصد تاریخ ادب اردو میں کلیم الدین انصاری کو پہلا شاعر یا ادیب قرار دینا نہیں بلکہ اپنے بزرگوں کے علمی سرمایہ کی حفاظت ہے جو کہ اس تحریر سے بھی عیاں ہے۔ اس حیثیت سے یہ تحریر جہاں ہمارے لئے "وصیت" کا درجہ رکھتی ہے وہیں "تاریخ اردو ادب" کے محققین کے لئے تحقیق کی نئی کڑی بھی ہے اور جریدہ "غیر معمولی" بھی۔ اس کی مدد سے ہم اردو ادب کی ابتداء اول مرتب ایک قدم اٹھا سکتے ہیں۔ مضبوط اور مستحکم اور اس معتبر اور پہلے شاعر و ادیب سے روشناس ہوتے ہیں جس نے بزبان دکنی (قدیم اردو) اہم کارنامے چھوڑے ہیں۔

قبل اس کے کہ حضرت کلیم الدین انصاری المعروف بہ میاں محمود انصاری کے ادبی کارناموں سے متعلق مستند تحریر کو پیش کروں "خود راوی" کے بارے میں بھی چند باتیں لکھنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ آپ اور ہم دونوں بھی اس روایت کو تاریخ ادب کی اہم کڑی سمجھنے میں دشواری محسوس نہ کر سکیں چونکہ ابھی کوئی تحریر یا تصنیف حاصل نہیں ہوئی ہے جس سے ہم ثابت کر سکیں کہ میاں محمود انصاری سے قبل ہی قدیم اردو میں تحریر و تصنیف کا آغاز ہو چکا تھا اس لئے فی الحال ہمیں کلیم الدین انصاری ہی کو مستند و معتبر ادیب بھی اور شاعر بھی مان لینا چاہئے میں یہ کہے بغیر نہیں رہوں گا کہ اس "تحریر" کے ذریعہ جن تراجم و تصانیف کا ذکر کیا گیا ہے ان کارناموں کی موجودگی میں دیگر حضرات کے کارناموں یا پھر اس سے قبل بھی ایسے شہ پاروں کے وجود اور اس کے امکانات سے انکار نہیں کر سکتے۔ اب تو مولانا رشید الدین انصاری جو حضرت کلیم الدین انصاری ہی کی اولاد میرے اجداد میں بزرگ شخصیت گذرے ہیں اپنے اجداد کے کارنامے سے متعلق قرآن حکیم کے قلمی نسخے میں "گذارش" لکھ گئے ہیں جو یہ ہے۔ حضرت قمبر انصاری قدس سرہ العزیز جن کا مزار درگاہ حضرت تاج المشائخ شیخ علاء الدین انصاری المعروف بہ لاڈلے مشائخ انصاری میں مرقد ہے، یہ حضرت لاڈلے مشائخ انصاری کے بھتیجے اور خلیفہ بھی ہیں۔ آپ حضرت دادا پیر لاڈلے مشائخ انصاری قادری کے ساتھ دہلی سے الند تشریف لائے (الند میں آپ کی آمد سے متعلق کسی تفصیلی مضمون میں روشنی ڈالوں گا یہاں چند اشارے مقصود ہیں) قمبر انصاری کے فرزند اکبر حضرت کلیم الدین انصاری اپنے وقت کے جید عالم تھے اور صوفی بھی، انہیں تحریر و تصنیف سے غیر معمولی شغف تھا حضرت بندہ نواز جب اپنے "دوست عزیز" حضرت علاء الدین انصاری جنہیں خلافت بھی بندہ نوازی سے حاصل ہوئی تھی سے ملنے کی غرض سے الند تشریف لائے (۸۰۰ھ) تب تک حضرت علاء الدین کا انتقال ہو چکا تھا اور حضرت کلیم الدین انصاری ہی بزرگ خاندان تھے جنہوں

آپ نے ایک روایت کے مطابق حضرت بندہ نواز کی آمد پر ایک نظم بزبان دکنی لکھی۔ علاوہ ازیں آپ کی بہن بی بی نارہ نے دلی کی جدائی اور غریب الدیاری کا حضرت بندہ نواز کے سامنے جو رونا رویا ہے وہ نوحہ بھی دکنی زبان میں نظم ہے اور میرے لئے یہ بات اب بھی روایت ہی کی حیثیت رکھتی ہے گو بعض حضرات کے مطابق انھوں نے اس نوحہ کو دیکھا بھی ہے۔ یہ سارا مواد جیسے ہی ہاتھ آئے گا مدلل بحث کی جائے گی۔

جہاں تک زیر بحث تحریر کا تعلق ہے یہ ۱۱۳۰ھ تا ۱۱۶۰ھ کی درمیانی تحریر ہے گو حضرت رشید الدین انصاری قبلہ نے اس تاریخی تحریر جس کا عنوان انھوں نے "گذارش" لکھا ہے، کے ختم پر تاریخ نہیں لکھی ہے لیکن، تحریر کے اندرونی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرت عالمگیر کے آخری دور سے لے کر آصفجاہ ثانی کے عہد سے قبل کی لکھی ہوئی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"اتے بہوت کتاباں مرے پڑدادا سے مرے پدر لاڈلے انصاری کے ہات آئے مرے چچا شیخ سیف الدین انصاری تو حیدر آباد تیغ جنگ بہادر کے سنگات کے ریے پو لگے کے ہیں کتب بہوت ہشیاری سے رکھنا۔"

اور نصیر الدین ہاشمی مرحوم نے تیغ جنگ بہادر کو شمس الامراء کا مورث اعلیٰ بتایا ہے۔

"شمس الامراء کے مورث اعلیٰ ابوالخیر خان تیغ جنگ ہیں اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں آپ شاہی ملازمت میں داخل ہوئے اور خانی کے خطاب سے ممتاز کئے گئے۔ آصفجاہ اول کے عہد میں کارہائے نمایاں انجام دے کر اعلیٰ مدارج پر فائز ہوئے اور منصب چہار ہزاری دو ہزار سوار عطا ہوئے۔ نواب ناصر جنگ اور نواب صلابت جنگ کے عہد میں بھی آپ وفاشعارانہ خدمات برابر انجام دیتے رہے۔ اس زمانہ میں بھی آپ کو اعلیٰ خدمت کے صلہ میں امام جنگ کے خطاب کے ساتھ جاگیر و منصب میں بھی اضافہ ہوا۔ آخر ۱۱۹۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔" (دکن میں اردو ۱۹۲۳ء صفحہ ۱)

اس اعتبار سے یہ تاریخی تحریر دو سو سال پرانی قرار پاتی ہے جبکہ نصیر الدین ہاشمی مرحوم نے تیغ جنگ بہادر کے فرزند کو بھی تیغ جنگ بہادر کے خطاب کا دیا جانا لکھا ہے اور ان کا انتقال ۱۲۰۵ھ میں ہوا ہے اس طرح بھی یہ ۱۲۰۰ھ سے قبل ہی کی تحریر ثابت ہوتی ہے۔ اس تحریر سے جہاں حضرت علاء الدین انصاری کی تصانیف کا پتہ چلتا ہے وہیں کلیم الدین انصاری بیجاپوری کے دکنی کارناموں کا انکشاف بھی ہوتا ہے اور یہ انکشاف تاریخ اردو ادب میں نیک شگون ہے:

چونکہ حضرت کلیم الدین انصاری حضرت مولانا علاء الدین انصاری کے زمانہ میں ہی تحریر و تصنیف کا کام شروع کر چکے تھے اور اسی وجہ سے انھوں نے بزبان دکنی کتابیں لکھی ہیں اس لئے یہ کتابیں ۱۱۶ھ کے بعد کی اور ۸۰۰ھ سے قبل کی تصنیف کردہ قرار دی جاتی ہیں۔ ۱۱۶ھ حضرت علاء الدین کی آمد کا سنہ ہے جبکہ آپ کا وصال رجب ۸۰۵ھ کو ہوتا ہے ۸۰۰ھ کو بندہ نواز المدد تشریف لاتے ہیں چنانچہ آپ ہی کے ساتھ حضرت کلیم الدین بھی گلبرگہ تشریف لے جاتے ہیں۔ ممکن ہے گلبرگہ جانے کے بعد بھی تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا ہو لیکن اب تک ایسا کوئی سرمایہ منظر عام پر نہیں آیا اور نہ ہی کوئی تذکرہ کہیں ملتا ہے۔ اس لئے خیال ہوتا ہے کہ یہ سرمایہ وہیں گلبرگہ میں کہیں رہ گیا ہو۔ معراج العاشقین ہو کہ ہدایت نامہ یہ سب ۸۰۰ھ کی تصانیف ہیں اس لئے کلیم الدین انصاری کی تصانیف کو اولیت حاصل ہوئی ہے اور یہ اولیت زمانی بھی ہے اور معنوی بھی۔ معنوی اس لحاظ سے کہ اس کا مواد تاریخی بھی ہے اور مذہبی بھی اور ساتھ ہی ساتھ خالص ادبی بھی جبکہ اس دور کی تمامتر تصانیف کا موضوع خالص مذہبی ہے۔ یہ بات زیادہ تعجب خیز ہے اور غور طلب بھی کہ آپ نے شرح فارسی و دکنی نحو لکھی معلوم ہوتا ہے قدیم اردو اس دور میں عام بول چال سے نکل کر علم و ادب کا احاطہ کر چکی تھی۔

میں نے قارئین کرام و محققین ادب کی سہولت کے لئے مندرجہ بالا چند باتیں لکھی ہیں — اشارۃً و اجمالاً! ورنہ اصل مقصد تو اس تاریخی تحریر کو پیش کرنا ہے جو ہمارے ادب کی تاریخ میں اہم تبدیلی کا موجب ہوگی۔ اس تحریر کی صداقت پر ہمیں اس وجہ سے بھی شبہ نہیں کرنا چاہئے کہ ایک صاحب ایمان و ذی علم بزرگ نے قرآن حکیم کے قلمی نسخہ پر تحریر کیا ہے، اللہ تعالیٰ انھیں کروٹ کروٹ راحت و سکون نصیب فرمائے کہ ان کے دل میں اپنے اسلاف کے کارناموں کی کتنی وقعت تھی اور اہمیت بھی۔

اصل تحریر کے پڑھنے سے قبل اس درمیانی دور کی اردو میں مروجہ الفاظ سے تھوڑی سی واقفیت حاصل کرتے جائیے تاکہ تحریر کے پڑھنے میں آپ کو دشواری نہ ہو اور مفہوم بھی آسانی سے سمجھ میں آئے۔

گذارش، گذارش۔ بچور، اور، گوں، کو، جگاتی، زندگانی، زندگی، کتاباں، کتابیں، اتے بہتے، بہوت، بہت، درکاہ، درگاہ، ہمارے، ہمارے، سنگات، ساتھ، اسوب، سب، انکار، انحصار، آگے، اچک، ایک، کریا، کیا (لکھا سے مراد ہے) ہیں، سگے، لیکن، آزو، بزرگوار، بزرگوار، جنوں، جنھیں، جن کو، کئے، کہتے، اتے، ہات، ہاتھ، پو، پر، لکو، کہہ کر، کئے، گئے، اپے ہو کو، خود ہو کر، آزردہ، بچرے، تھوڑے، جبان، زبان، دیتوں، دیتا ہوں، چنانچہ، چنانچہ، جیادا، زیادہ، الٹی، بہت، کرتیا، کرتا، سیر، سر

"گذارش"

"میں نصیحت کرتا ہوں آنے والی ہور ان کی آنے والی اولاد کوں مرے دادا پیر حضرت ملک المشائخ مولانا علاء الدنیا والدین انصاری کی جگالی کے حالات سے

... کتاباں اتھے جن کوں ان کے مرید و خلیفہ حضرت سید عثمان علی حسینی برادر کلاں سادات اتھے، بہوت کتاباں حضرت دادے پیر قدس سرہ العزیز ہم خود لکھے اتھے۔ اللہ کا ستم یہ آیا فرقی شیخ صالح و دشمناں اہل ہنود ملازم درگاہ اتھے ہمرے سنکات رطے۔ ہمرے پرداداکے سوب کتاباں کتب خانہ درگاہ میں بہوت جار کھے اتھے انکار لگادئے۔ سوب کتاباں جلے ہور پر دادا جل کو مرے۔ پھر تیا توں ادل حقیر فقیر کی اینک گذارش سنو۔ میں حضرت دادا پیر کو جنکاں کے حالات جینے جی نہیں کریاں بہوت اَرجواتی۔ جو کوئی مرے اولاد میں یہ کچاری ہور مترک خدمت کرپادے کا اوس کوں قیامت تلک دعائے خیر کرتیا رہونگا مری روح اوس کے سنکات رہوے گی۔ یہ کتاباں میرے پدر بزرگوار کے ہیں جو کوئی اپنے سنکات رکھیں کا ہور اچھار کھیں کا رسول عربی سے ..... دعا کو ہوئے گا۔"

(حقیر فقیر شیخ رشید الدین انصاری بن شیخ لاڈلے انصاری پسران شیخ قنبر انصاری")۔

اور آگے کے صفحات میں حضرت شیخ رشید الدین انصاری نے حضرت دادا پیر اور میاں محمود انصاری کی تصانیف کے نام گنائے ہیں اور وہ واقعہ بھی لکھا ہے جس میں کتب اور جد امجد حضرت کریم الدین انصاری کے جل جانے کا جگر خراش و جگر سوز حادثہ پیش آتا ہے۔ اس حادثہ سے ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ ہمارے اسلاف علم کے خاطر کتنی بڑی قربانی دیا کرتے تھے!

"تفصیل یہ ہے کہ میرے پڑدادا کریم الدین بن شیخ برہان الدین بہوت کتاباں جار کھے اتھے۔ ادن کتاباں میں حضرت دادا پیر کی خود نوشتہ انوکے اسمائے گرامی یہ اتھے۔ کتاب اول عوارف المعارف از شیخ الاسلام حضرت شہاب الدنیا والدین سہروردی بغدادی قدس سرہ العزیز کا حاشیہ کتاب دوئم قرآن پاک کی تفسیر طریقہ کشف پو بیس پونے پارے۔ کتاب سوم شرح آداب المریدین بعد کوں نیدیاں میں حضرت محمود انصاری ترجمہ کئے چور پھر لنگپا سوامی کنہر و مرہٹی دکنی اور فارسی میں ترجمہ کروا دے کتاب چہارم فلسفہ عشق کتاب پنجم رسالہ استقامت شریعت کتاب ششم سیرۃ النبی دکنی میں محمود انصاری ترجمہ کئے ہور پھر سوامی لنگپا کنہرہ و مرہٹی میں ترجمہ کروا دے کتاب ہفتم شرح قصیدہ کتاب ہشتم رسالہ ذکرہ الا اللہ ہو کتاب نہم رسالہ آداب و سلوک پدر مادر برادر کے سنکات کتاب دہم خلافت نامہ حضرت قنبر انصاری و حضرت سہراب انصاری و سماعات برادر ملا شیخ عمر کمبایتی و دیگر خلیفہ کے واسطے لکھے اتھے۔ کتاب یازدہم شرح عربی و فارسی محمود ازدہم رسالہ سماع۔ حضرت کلیم الدین بن شیخ قنبر انصاری جنو کو میاں محمود بھی کہتے ہیں یہ کتاباں لکھے اتھے۔ کتاب اول انصار و سیرکا رد و عالم کتاب دوئم انصار و خلافت کتاب سوم شرح فارسی و دکنی نحو کتاب [illegible] مہاگروہ لاڈلے مشائخ از سوامی لنگپا کا دکنی و فارسی میں ترجمہ۔ [illegible] چالوکیہ از سوامی لنگپا کا دکنی و فارسی میں ترجمہ۔ کتاب روضۃ الانصار کا فارسی نسخہ دکتاب دادا پیر کا فارسی نسخہ و ہندگی اشاعت از سید عثمان علی حسینی برادر کلاں سادات کا نسخہ فارسی۔ ملفوظات مولانا علاء الدنیا والدین سادات برادران کا فارسی نسخہ۔ اتے بہوت کتاباں میرے پڑدادا سے میرے پدر لاڈلے انصاری کے ہات آئے۔ میرے چچا شیخ سیف الدین انصاری کو حیدرآباد شیخ جنگ بہادر کے سنکات لے گئے ہور کر یہ کتب بہوت ہشیاری سے رکھا کرد تھا۔ بہوت ہوئیں تیرے پڑدادا کو دشمناں جلا کو ادیں"

خورشید افسر بسوانی

غزل

میکدے میں رات دن صہبا پرستی ہی رہی
تشنگی شوق پھر بھی تنگ دستی ہی رہی
بجلیوں کی زد میں ہر تاہی رہا نقش حیات
روشنی کی آگ میں دنیا جھلستی ہی رہی
دل کا سودا جب کیا ہم نے کیا مہنگا پڑا
ہم بھی بازار میں یہ جنس سستی ہی رہی
دل کے ہر گوشے میں ہے یاس و تمنا کا ہجوم
یہ وہ بستی ہے اجڑ کر بھی جو بستی ہی رہی
سب سے نظریں پھیر کر ہم ان کو دیکھا ہی کیا
مجھ پہ ساری انجمن آوازہ کستی ہی رہی
ایک دن میں نے نہ لی دی کل متاع دیر دیکھ
پھر تو اس کے بعد افسر تنگ دستی ہی رہی

بور کتاباں اصل جلائیں پڑیں۔ بچے بڑ کو مرے پدر لاڑے انصاری سے پوچھ تو آکو سوب قصہ بتاتے کہ فریق شیخ صلاح کے سراج الدین انو کے دادا سے بغض و حسد ہوئے رکھتے اتھے اہل ہنود ملازم دروگاہ اتھے کیوں ویسے جاں ہو کو ایک رات کوں کتب خانہ کوں آنکار لگے۔ سب کتاباں بیک شکات ہمراہ مرے پڑدادا اصل کو۔ جتی ہور سے پڑدادا اصل کو مرے جرے کتاباں بچے ہیں سو دکنی جباں میں ہیں۔ انو کتاباں کوں مرے دادا خواجہ انصاری گھر لاتے اتھے سو بچے ہیں ان کتاباں کو مرے دادا مرے پدر کے ہاتھ دئے ہور مرے پدر یہ کتاباں مرے ہاتھ میں دئے ہیں۔ انو کتاباں کو دیکھ کرنے کو بہت کریاں عمر شکات نہیں دی۔ اب یہ کتاباں مرے پسر خواجہ انصاری کو دیتوں۔ شکایت میر ابھتیجا مخدوم بن شیخ نبی صاحب انصاری کو بہوت ذوق انتہا ہیں اللہ کو مرے سامنے پیارا ہے ... خواب مرا پسر لیا ہے۔ مرے یہ کتاباں مرے پسر کو بعد اوس کی اولاد کوں ہور اولاد کی اولاد کوں دیتا ہوں۔ انو کو اللہ پاک کی قسم ہور دادا پیر کی قسم ہے یہ کتاباں بہوت چالاکی سے رکھنا۔ جان سے جیادا رکھنا۔ اللہ انو کو علم میں ترقی و رزق میں برکت و خندہ میں مدد دیوے گا۔ مری اولاد کی میں بیٹے کی۔ یہ مری نشانی ہے دشمناں میرے پور رکھیں ہیں۔ بس ہشیار رہنا یا اللہ مری اولاد مری مدعا خاندانی میں کوں بڑا ہے و حضرت دادا پیر کی دعا سنگات میں۔ ان کی نشانی قائم رکھے۔ میں ہور کتوں کا ان کھول سنو۔ دادا پیر کی نشانی ہے یہ کتاباں بہت ہشیاری سے رکھنا اپنی پروا ہیں میں کسو کو نکو۔ اللہ سلامت رکھے مری اولاد کو کرے مری آرزو کو پوری کرے۔ تم آمین۔

(حقیر فقیر شیخ رشید الدین انصاری بن لاڑے انصاری
پسران نثر انصاری)

اللہ کا احسان اور اس مرد خود آگاہ و خدا آگاہ کی دعاؤں کا صدقہ آج اس تحریر کو ادبی حلقوں تک پہنچانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ قرآنی قلمی نسخہ جس میں حضرت رشید الدین انصاری مرحوم کی تاریخی تحریر موجود ہے مجھے اپنے برادر حقیقی جناب کلیم الدین انصاری سے دو تین روز قبل ہی حاصل ہوئی۔ یہ نسخہ اور دیگر نسخے انھیں ہمارے والد بزرگوار مولوی مشائخ صاحب انصاری رشید مرحوم کے ہاتھ سے اور انھیں اپنے والد محترم کے ہاتھ سے حاصل ہوئے تھے آپ کی خدمت میں مندرجہ تحریر جو عہد ادب کے لئے "صحیفہ" کی حیثیت رکھتا ہے اس غرض سے پیش کر رہا ہوں کہ بار امانت سے سبکدوش ہو جاؤں اور تاریخ ادب کے تعین میں اس سے مدد بھی حاصل ہو۔ اور ساتھ ہی ساتھ اپنے بزرگوں کی آرزو بھی پوری ہو جائے۔ خدائے بزرگ و برتر قبول فرمائے۔

مندرجہ بالا تحریر سے حضرت بندگی مخدوم علاء الدین انصاری کی کوئی بارہ تصانیف کا پتہ چلتا ہے اور معلوم ہوتا ہے یہ پوری کی پوری زبان فارسی ہیں۔ جد امجد حضرت کلیم الدین انصاری عرف میاں محمود انصاری کی کوئی علاوہ من تصانیف ہیں جن میں پانچ کے بارے میں قطعیت کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قدیم اردو کے کارنامے ہیں۔ شرح آداب المریدین اور سیرۃ النبی دادا پیر کی تصانیف ہیں جنھیں آپ نے ہندی اور دکنی میں بالترتیب ترجمہ فرمایا اور مہاگرو د لاڑے مشائخ انصاری "تاریخ چاوکیہ" سوامی لنگپا کی تصنیف کردہ ہیں جنھیں آپ نے فارسی و دکنی میں ترجمہ کیا اور "شرح فارسی و دکنی نحو" آپ کی تصنیف ہے شرح آداب المریدین از علاء الدین انصاری کا آپ نے ہندی میں ترجمہ فرمایا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بیک وقت دکنی، فارسی اور ہندی کے بھی عالم رہا ہوں گے۔

آخر میں اپنے برادر عزیز جناب کلیم الدین انصاری صاحب کا بھی شکرگزار ہوں کہ انھوں نے از راہ کرم اس نسخہ کو میرے حوالے فرمایا اور اہل علم و ادب کی طرف سے گذارش کروں گا کہ وہ دیگر مخطوطات و نسخہ جات کو بھی جلد ہی منظر عام پر لانے کا موقع دیں گے کہ جن کی نشر و اشاعت ادب کی خدمت تو ہے ہی یہ ہمارا فرض اولین بھی اور یہی بزرگوں کی ہدایت بھی ہے۔

میس انور

مکتوب لندن

لندن میں یوم اقبال

مجلس اقبال کے زیر اہتمام اسلامک کلچرل سنٹر میں ایک عظیم الشان عوامی اجتماع ہوا۔ اس اجتماع میں حکیم الامت علامہ اقبال کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے تقریباً ہر مذہب و ملت کے افراد نے شرکت کی۔ مجلس میں مقالات اور تقاریر کی نشست کی صدارت کے فرائض بیگم لطیف نے انجام دئے اور مشاعرہ کی صدارت افضل اقبال، ڈپٹی ہائی کمشنر پاکستان کے حصہ میں آئی۔ محمد شریف بقا چیف سکریٹری تھے۔ نذیر حیدرآبادی نے تلاوت قرآن مجید سے جلسہ کا آغاز کیا۔ مولانا یعقوب چشتی نے بانگ درا کی ایک نظم گوش گذار کی۔ پھر سردار گوربچن سنگھ درد نے بڑے پرسوز اور دلنشین انداز میں کلام اقبال سنایا۔ نومسلم خاتون مریم عبدالستار نے ہالینڈ سے ڈاکٹر اقبال اور مغرب کے عنوان سے ایک مقالہ سپرد قلم کرکے روانہ کیا تھا جسے پڑھ کر سنایا گیا۔ موصوفہ نے اپنے مقالہ میں کہا کہ مشرق و مغرب کے مابین جو مستقل چپقلش جاری ہے اسے مختصراً جذبہ و عقل یا روحانیت اور مادیت کی آویزش کا نام دیا جاسکتا ہے۔ ان کے نزدیک اس مسئلہ کا حل یہ ہے کہ مشرقی تصورات پرکھنے کے لئے مغربی منطق کی کسوٹی استعمال کی جائے اور بحیثیت مشرق و مغرب کی منتخبہ اعلیٰ اقدار اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے اختیار کی جائیں۔

مقالہ کے بعد نذیر حیدری نے "جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی" بڑے مترنم انداز میں سنائی۔ سردار بشیشور سنگھ چترکار نے "سخن آتش نفس، میرا اقبال" کے موضوع پر تقریر کی۔ سردار صاحب لندن میں پنجابی زبان و ادب کی ترویج و اشاعت کے لئے نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مصور ایم اختر نے مجلس اقبال کو گندم کے تنکوں سے بنائی ہوئی علامہ اقبال کی ایک نادر تصویر پیش کی۔ پھر محمد امین نے ایک مختصر اور جامع مقالہ بعنوان "مغربی تہذیب و تمدن اقبال کی نظر میں" گوش گزار کیا۔ اس مقالہ میں امین صاحب نے کہا کہ اقبال مغربی اقوام کی عمل پرستی، تحقیق پسندی اور دیگر اوصاف کے قائل تھے۔

مشاعرہ کا آغاز صادق صاحب نے علامہ کی ایک غزل سے کیا۔ ضعیف العمر شاعر حکیم غلام نبی نے ایک طویل نظم بعنوان "علامہ اقبال" پیش کی۔ بے تاب سوری نے ایک مزاحیہ نظم سنا کر داد حاصل کی۔ پھر احسان دانش کے صاحبزادے ذی شان دانش غزل سرا ہوئے ؎

جاتی ہی رہی دل سے مرے یاد نشیمن
صیاد قفس میں مجھے آرام بہت ہے

صداقت حسین سوز نے بھی علامہ کو ایک طویل نظم کے ذریعہ ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ عطا جالندھری نے اپنی نظم بعنوان "روح اقبال سے خطاب" پیش کی۔ رحمت قزلی کا ایک شعر بہت پسند کیا گیا ؎

تم اپنی جرأتوں کو آزما کر تو ذرا دیکھو
ہوائیں تو موافق ناموافق چلتی رہتی ہیں

حسن صاحب نے تین بند پر مشتمل ایک نظم پیش کی عنوان تھا "اقبال"۔ ان کے بعد میر بشیر، علیم صدیقی، اتولک سنگھ، خواجہ مصطفےٰ اور سردار مضطر نے حکیم الامت کو منظوم ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ آخر میں شریف بقا نے "یاد اقبال" کے عنوان سے ایک نظم پیش کی اور علامہ کو خراج عقیدت پیش کیا۔

بریڈفورڈ کے کتب خانہ میں اردو اور بنگلہ کتابیں

اسلامک لائبریری، بریڈفورڈ کے ناظم اعزازی کی اطلاع کے مطابق موسم گرما میں لائبریری کے اوقات جمعہ، ہفتہ اور اتوار کے لئے شام ۵ تا ۷ مقرر کئے گئے ہیں۔ اس لائبریری میں اردو، بنگلہ اور انگریزی کتب کا ذخیرہ ہے جو بیشتر اسلامی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ ان کتابوں کے حصول کے لئے اردو داں حضرات کے لئے چندہ یا رکنیت کی قید نہیں ہے۔ صاحب ذوق حضرات کتب خانہ میں آکر استفادہ کر سکتے ہیں۔

بچوں کو اردو کی تعلیم دلانے پر توجہ کیجیے

لکھنؤ۔ ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی سکریٹری شہری انجمن ترقی اردو لکھنؤ نے ایک پریس نوٹ میں اردو دوستوں کی توجہ مبذول کراتے ہوئے کہا کہ یہ ضروری ہے کہ آپ کے بچے اپنی تمام ابتدائی تعلیم (درجہ ایک سے درجہ پانچ تک) اور ثانوی تعلیم (درجہ چھ سے بارہویں درجہ تک) اردو زبان اور اردو رسم الخط میں حاصل کریں۔ محض یہی کافی نہیں ہے کہ وہ صرف اردو زبان پڑھیں بلکہ تعلیمی نصاب کے جملہ مضامین مثلاً حساب، تاریخ، جغرافیہ، سائنس، وغیرہ کا ذریعہ تعلیم بھی اردو ہی ہو اور نصابی کتابیں بھی اسی زبان میں ہوں۔ انھوں نے کہا کہ اردو داں والدین کے بچے اردو زبان اپنی ماں کی گود سے سیکھنا شروع کرتے ہیں۔ ان کے ماحول میں بھی صرف اسی زبان کا استعمال ہوتا ہے وہ اسی زبان میں سوچتے ہیں اور اسی زبان میں اپنے خیالات اور جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی زبان کی بدولت ان کی دماغی نشو و نما ہوتی ہے اور اسی زبان کے استعمال سے وہ اپنی تہذیبی اور مذہبی وراثت حاصل کرتے ہیں۔ فن تعلیم کا یہ بنیادی اصول ہے کہ بچوں کو ابتدائی اور ثانوی تعلیم مادری زبان کے ذریعہ دی جائے۔ اس طرح وہ جو مضمون بھی پڑھیں گے آسانی سے ذہن نشین کریں گے۔ اور انھیں محنت بھی کم کرنی پڑے گی یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام ملکوں میں طالب علموں کی مادری زبان ہی ذریعہ تعلیم ہوتی ہے خاص کر ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے لیے تو مادری زبان بہت اہمیت رکھتی ہے۔ آپ کو یہ مشورہ دینا اس لیے ضروری ہوا کہ آج کل مدارس میں تمام مضامین کا ذریعہ تعلیم ہندی ہے ظاہر ہے کہ اردو داں بچوں کے لیے ہندی غیر مادری زبان ہے جب انھیں تمام مضامین ہندی میں پڑھائے جاتے ہیں تو ان کے دماغ پر دگنا بوجھ پڑتا ہے۔ ایک تو غیر زبان پڑھنے سمجھنے کا بوجھ اور دوسرے مضامین یاد کرنے کا بوجھ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ طوطے کی طرح ان مضامین کو رٹتے ہیں اور محض قوت حافظہ کی مدد سے امتحانات میں پاس ہونے کی کوشش کرتے ہیں چونکہ انھیں امتحانات کے پرچوں کے جوابات بھی ہندی میں لکھنا پڑتے ہیں۔ اس لیے وہ بعض اوقات فیل ہو جاتے ہیں اور اگر پاس بھی ہوتے ہیں تو انھیں اچھا ڈویژن نہیں ملتا۔ ان کی امتحانات میں کمزوری اور ناکامیابی کی بڑی وجہ یہی ہے کہ ان کی تعلیم غیر زبان میں ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ والدین کو یاد رکھنا چاہیے کہ تعلیم کا محض یہ منشا نہیں کہ طلبہ مضامین کو طوطے کی طرح رٹ کر امتحان پاس کرلیں اور پھر شاندار روزگار سے ملازمت حاصل کرلیں۔ تعلیم کا صحیح مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ طالب علم کی جسمانی، دماغی، اخلاقی اور روحانی ترقی کی نشو و نما ہو اور وہ اس قابل ہو جائے کہ سماج میں رہ کر اپنے انفرادی اور سماجی فرائض بہتر طریقے سے انجام دے۔ تعلیم کا یہ ہمہ گیر مقصد مادری زبان کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتا ہے بیشک ایک یا دو زبانوں کا جاننا بھی انسان کے لیے مفید ہوگا لیکن ہر ان زبانوں کو بطور زبان کے اپنی تعلیم کی کسی منزل میں حاصل کر سکتا ہے یہ امر اس کی تعلیم کے لیے بے حد مضر ہے کہ کسی غیر زبان کو اس کا ذریعہ تعلیم بنا دیا جائے۔ اردو داں طبقہ اپنی زبان کے تحفظ اور اس کی بقا سے بہت لاپرواہ ہے اس کو اپنی زبان اور اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں۔ اس لیے وہ اپنے بچوں کو ایسے مدارس میں بغیر سوچے سمجھے داخل کرا دیتا ہے کہ جہاں نہ تو اردو ذریعہ تعلیم ہے اور نہ اردو بطور ایک زبان کے پڑھائی جاتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بچے اپنی مادری زبان اپنے مذہب اور اپنی تہذیب سے بیگانہ ہوتے جاتے ہیں۔ اردو داں والدین اپنے بچوں کی تعلیمی مدد نہیں کر سکتے انھیں یہ پتہ نہیں لگتا کہ ان کے بچے کیا پڑھ رہے ہیں اور کس طرح پڑھ رہے ہیں۔ اور ان کے مذہب اور تہذیب پر اس کا کیا اثر پڑ رہا ہے نہ تو اپنے مذہبی پیشواؤں کی تقریریں سمجھ سکتے ہیں اور نہ اپنی مذہبی کتابوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اردو زبان کا علم محض ایک زبان کی حیثیت سے ہی اہمیت نہیں رکھتا بلکہ تہذیبی اور مذہبی اعتبار سے بھی اس کا جاننا لازمی ہے ہر ایک زبان کے ساتھ ایک کلچر وابستہ ہے اردو زبان کا بھی ایک ثقافتی پہلو ہے۔ آپ کا تمام تہذیبی، ادبی اور علمی سرمایہ اردو زبان میں ہے جو آپ کے بزرگوں کی صدیوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے اگر اس زبان کا آپ کی غفلت کی بدولت خاتمہ ہو گیا تو آپ کے اور آپ کے بزرگوں کے علمی اور ثقافتی کارناموں کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ آپ کی زبان ایک ترقی یافتہ زبان ہے اس میں ہر قسم کا ادبی و علمی سرمایہ موجود ہے مگر آپ کی لاپروائی کی بدولت اس کی ترقی رک گئی ہے چونکہ آپ اس امر پر زور نہیں دیتے کہ آپ کے بچوں کا ذریعہ تعلیم اردو ہو اس لیے بازار سے مختلف علوم مثلاً تاریخ، اردو، جغرافیہ، سائنس، تعلیم، علم نفسیات، معاشیات، علم سماج، علم اللسان وغیرہ غرضیکہ جملہ مذہبی اور غیر مذہبی علوم کی اردو کتابیں غائب ہو گئی ہیں ان کتابوں کی اشاعت کا خاتمہ ہو گیا اتنی کتابیں لکھی نہیں جاتیں کیونکہ وہ ہی ذریعہ تعلیم اردو نہیں۔ ہندی میں ان تمام علوم کی کتابوں کی بہتات ہے۔ اردو کی طرف سے غفلت کی وجہ سے ہزاروں آدمیوں کے ذریعہ معاش کا خاتمہ ہو گیا، اردو کے مصنف ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں اردو کاتب، مطابع اور کتب فروش کثیر تعداد میں بیکار ہو گئے ہیں ہندی کے حامی آپ کی طرح غافل نہیں۔ انھوں نے کوشش کر کے ہندی کو صوبہ کی دوسری سرکاری زبان بنوا دیا اور وہ تمام پرائیویٹ مدارس میں ذریعہ تعلیم ہے اسی وجہ سے ہندی زبان اتنی ترقی کر گئی ہے اسی کی بدولت اس کے ...

اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ آپ کو اگر اردو سے محبت ہے اور اگر آپ اپنی اولاد کی بہتری چاہتے ہیں اور اپنی مادری زبان و ادب کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو حسب ذیل مشورہ پر عمل کیجئے۔

۱۔ آپ اپنے بچوں کو ایسے مدارس میں داخل کرائیں کہ جہاں کا ذریعہ تعلیم اردو ہو یا جہاں کم از کم اردو زبان لازمی طور پر پڑھائی جاتی ہو۔

۲۔ اسکول میں داخلے کے وقت اپنے بچے کی مادری زبان اردو لکھوائیں اور ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل سے درخواست کریں کہ اس کو مختلف مضامین کی تعلیم اردو زبان اور اردو رسم الخط کے ذریعہ دی جائے۔

۳۔ اگر ممکن ہو تو کم از کم دس بچوں کا ابتدائی درجہ میں داخلہ دس سرپرست مل کر کرائیں اور ہیڈ ماسٹر سے درخواست کریں کہ ان کو اردو زبان کے ذریعہ جملہ مضامین پڑھائے جائیں کیونکہ حکومت اتر پردیش نے اپنے بیان (مطبوعہ گورنمنٹ گزٹ مورخہ ۱۳ر جولائی ۱۹۵۹ء) میں وعدہ کیا ہے کہ اگر کسی جماعت میں دس اردو داں بچے یا کسی اسکول میں چالیس اردو داں بچے ہوں گے تو ان کی ابتدائی تعلیم کا انتظام اردو میں کر دیا جائے گا۔

۴۔ آپ ان تمام اداروں اور افراد کے ساتھ تعاون کریں اور ان کی مدد کریں جو اردو کو بھی اتر پردیش کی علاقائی زبان بنوانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

۵۔ اگر اردو تعلیم کے سلسلے میں آپ کو کچھ مشکلات پیش آئیں اور مدارس کے ہیڈ ماسٹر وغیرہ آپ کی شنوائی نہ کریں تو مندرجہ ذیل اصحاب سے مل کر یا بذریعہ تحریر مشورہ کریں۔

ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی سکریٹری انجمن ترقی اردو لکھنؤ
اردو گھر ۱۵۲ - متھالی باڑہ لکھنؤ

نوٹ:- اگر کوئی ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل یہ کہے کہ اردو ہندی میں کوئی فرق نہیں لہٰذا ہندی تعلیم سے کوئی حرج نہیں تو آپ ان کی باتوں پر یقین نہ کریں اور ان سے پر زور الفاظ میں کہیں کہ ہم اپنے بچے کی تعلیم اردو زبان اور اردو رسم الخط میں چاہتے ہیں۔ (سکریٹری)

انجمن ترقی اردو راجستھان کا سہ سالہ اجلاس

جے پور۔ ۱۹ر مئی کو بمقام سوائی جے سنگھ اردو ریڈنگ روم جے پور میں انجمن ترقی اردو راجستھان کا اجلاس منعقد ہوا۔ ۱۵ جون کے شمارے میں ریاستی انجمن کے صدر کا خطبہ دیا جا چکا ہے یہاں انجمن کے سکریٹری جناب شاغل عثمانی کی مرتب کردہ انجمن کی سہ سالہ کارکردگی کی رپورٹ پیش کی جا رہی ہے۔

جناب صدر اور حاضرین کرام! انجمن ہذا کا گذشتہ سہ سالہ اجلاس ۲۵ر اپریل ۱۹۶۵ء کو ہوا تھا اور سہ سالہ انتخابات ۲ر مئی ۶۵ء کو جس کی تفصیل روداد نمبر (۲) میں شائع ہو چکی ہے چونکہ انجمن کا مالی سال یکم جنوری سے شروع ہوتا ہے۔ اس لئے یہ رپورٹ یکم جنوری ۱۹۶۵ء سے ۳۱ر دسمبر ۱۹۶۷ء تک کی پیش کی جا رہی ہے اس عرصہ میں انجمن ہذا نے جو خدمات انجام دیں ان کو اگر تفصیل سے عرض کیا جائے تو یقیناً آپ حضرات کا بہت وقت صرف ہوگا۔ اس لئے سوائی جے سنگھ اردو ریڈنگ روم کے علاوہ کہ جس کا حال آخر میں عرض ہوگا۔ دیگر معاملات کے متعلق صدر صاحب انجمن ہذا کی چھٹی تاریخی ۲۰-۵-۶۸ کا متن اور اس کے ساتھ بھیجے گئے میمورنڈم کی عبارت جو وزیر لسانی اقلیات کو بھیجی گئی گوش گذار کر رہا ہوں جس سے یقیناً حسب ضرورت معلومات حاصل ہوں گی۔ مضمون یہ ہے کہ۔ جناب والا! انجمن ترقی اردو راجستھان نے بتاریخ ۲۳ر جولائی اور ۲۹ر ستمبر ۱۹۶۶ء کو جناب والا کے قیمتی وقت میں سے بہت تھوڑا سا وقت برائے ملاقات طلب کیا تھا۔ تاکہ اس کا ایک وفد حاضر خدمت ہو کر وہ دقتیں عرض کرے جو گورنمنٹ راجستھان کے احکام کی تعمیل میں ماتحت افسروں نے پیدا کر رکھی ہیں۔ مگر یہ درخواستیں شرف قبولیت حاصل نہ کر سکیں اس وقت انجمن کا وفد جو کچھ عرض کرنا چاہتا تھا وہ اس عرض داشت میں درج ہے جو آپ کے نام تیار کی گئی تھی اور اب شامل ہذا ہے بعد میں بھاشا وبھاگ راجستھان کی طرف سے اطلاع ملی تھی کہ لسانی اقلیات ہند کے کمشنر صاحب ۱۵ر اور ۱۶ر دسمبر ۶۶ء کو جے پور تشریف لا رہے ہیں۔ اگر لسانی اقلیت کو کوئی دقت ہو تو ان کے روبرو پیش کی جائے لہٰذا ان کی خدمت میں پیش کرنے کی غرض سے بھی جو درخواست تیار کی گئی تھی اس کی نقل بھی اس چٹھی کے ساتھ شامل ہے۔ مگر بعد میں مطلع کیا گیا کہ ان کا دورہ ملتوی ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ درخواست ڈاک کے ذریعہ ان کی خدمت میں بھیج دی گئی۔ اب پھر ذریعہ ہذا التماس ہے کہ اگر انجمن کے وفد کو تھوڑا سا وقت عنایت کر دیا جائے تو وہ حاضر ہو کر بالمشافہ اپنے معروضات مع ثبوت پیش کرے مثلاً گورنمنٹ راجستھان کا صاف حکم جاری ہو جانے کے باوجود اور کئی برس کا عرصہ گذر جانے کے باوصف اور مقررہ تعداد طلبہ ہونے کی حالت میں بھی خاص شہر جے پور کے بہت سے پرائمری اسکولوں میں نہ تو کل مضامین مادری زبان اردو میں پڑھائے جا رہے ہیں نہ ذریعہ تعلیم ہی مادری زبان اردو ہے۔ صرف اردو کی ریڈر پڑھائی جاتی ہے۔ حالانکہ تعداد طلبہ پوری ہونے اور مادری زبان اردو کے ذریعہ تعلیم کی خواہش کرنے کے اردو پڑھانے والے ٹیچر بھی ان اسکولوں میں موجود ہیں مگر احکام گورنمنٹ کی مطلق تعمیل نہیں کی جاتی پہلے تو یہ عذر تھا کہ ہر مضمون کی کتاب اردو میں نہیں ملتی۔ اگرچہ یہ امر غلط تھا کیونکہ جناب حکومت راجستھان احکام جاری ہو چکے تھے کہ دیگر ریاستوں کی کتابیں لے لی جائیں تاہم اب تو خود گورنمنٹ نے حسب مضامین کی کتابیں چھپوا دی ہیں۔ جو اگرچہ بہت غلط ہیں تاہم ہیں تو سہی جن کی بابت میمورنڈم میں مفصل عرض کیا گیا ہے۔

مگر خود مسر ملازمان محکمۂ تعلیم کوئی پرواہ نہیں کرتے اور اردو والوں کو ان کے حق سے جبریہ محروم کئے ہوئے ہیں۔ وہ اسکول یہ ہیں۔

۱۔ پرائمری اسکول تیلی پاڑہ ۴۔ پرائمری اسکول محلہ بوریاریان
۲۔ پرائمری اسکول کشی گراں ۵۔ پرائمری اسکول مدرسہ مولانا صاحب
۳۔ پرائمری اسکول نیلگراں ۶۔ پرائمری اسکول محلہ سلاوٹان

ان کے علاوہ حسب ذیل اسکول ایسے ہیں جن میں طلبہ کی تعداد پوری ہے مگر آج تک اردو جاری نہیں کی گئی۔

۱۔ پرائمری اسکول ستیل تو امن ۴۔ پرائمری اسکول دواب خانہ
۲۔ پرائمری اسکول ریلوے اسٹیشن ۵۔ پرائمری اسکول چوکڑی توپخانہ دیسی
۳۔ پرائمری اسکول توپخانہ دیسی ۶۔ پرائمری اسکول بدن پورہ

یہ تو صرف شہر جے پور کے اسکولوں کی کیفیت ہے جو بطور مثال عرض کی گئی ہے بیرونجات کی حالت تو اور بھی ناگفتہ بہ ہے اسی طرح پنچایت سمیتیوں نے تو باوجود چیف سکریٹری صاحب راجستھان کی یقین دہانی کے جو انھوں نے اردو کمیٹی مقرر کردہ گورنمنٹ راجستھان کی صدارت کرتے ہوئے ۲۰ ستمبر ۶۶ء کو کی تھی اب تک کوئی توجہ مادری زبان کی حیثیت سے اردو کی تعلیم کی طرف نہیں کی چنانچہ مثال کے طور پر۔

۱۔ پرائمری اسکول کھونا گوریان ۲۔ پرائمری اسکول تراگڑھ اور
۳۔ پرائمری اسکول سردار شہر ۴۔ پرائمری اسکول چاکسو کے نام پیش کئے ہیں۔

اسی میٹنگ میں طے ہو چکا تھا کہ اردو کے طلبہ کو سکشنوں میں نہیں بانٹا جائے گا مگر اس کی خلاف ورزی ہر جگہ کی جا رہی ہے۔ حتیٰ کہ انسپکٹر آف اسکولس جے پور اور ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولس جے پور کی عین نظر کے سامنے ماڈل مڈل اسکول جے پور میں اس کا نمونہ موجود ہے۔ جہاں اردو کے طلبہ کو درجہ ششم ہفتم و ہشتم کے متعدد سکشنوں میں تقسیم کر رکھا ہے اور یہی حالت دوسرے ایسے مڈل اسکولوں کی ہے جن میں اردو کے کافی طلبہ موجود ہیں۔ سکنڈری اور ہائر سکنڈری اسکولوں میں بروئے قواعد اردو آپشنل اور تھرڈ لینگویج کی حیثیت سے ایک ساتھ لی جا سکتی ہے مگر ایسا کہیں بھی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر مولانا شدہ ہائر سکنڈری اسکول میں صرف بطور تھرڈ لینگویج پڑھائی جاتی ہے اور ماڈل چوکیہ ہائر سکنڈری اسکول میں بطور آپشنل اور بہت سی جگہ تو دونوں میں سے کسی ایک کا بھی وجود نہیں ہے جب کہ طلبہ بھی موجود ہیں اور اس کی تعلیم کی خواہش بھی کی جاتی ہے۔ ایک عام شکایت یہ بھی ہے کہ تعداد طلبہ پوری ہونے کے باوجود ٹیچر دل کا انتظام نہیں کیا جاتا اور جب مقامی افسروں سے درخواست کی جاتی ہے تو طفل تسلی دے کر رخصت کر دیتے ہیں اور کوئی انتظام نہیں کرتے ہمیشہ شکایت ہوتی ہے اس امر کی شکایت کی ہے کہ وہاں کے متعدد اسکولوں میں اردو کے ٹیچروں کا انتظام نہ ہونے کے سبب سے طلبہ کا نقصان ہو رہا ہے اور افسران متعلقہ یاددہانی و توجہ دلانے کے کوئی انتظام نہیں کرتے تعلیم کے سلسلے میں کورس کی اردو کتابوں میں املا و انشا کی کثیر غلطیاں ہونے کی شکایت کئی بار کی جا چکی ہے اور میٹنگ مذکور میں چیف سکریٹری صاحب نے خاص طور پر ڈسٹرکٹ ٹیکسٹ بک بورڈ کے سکریٹری صاحب کو تاکید بھی کی تھی۔ مگر آج تک کوئی تعمیل نہیں کی گئی۔ بجرت میں اصل کتابیں پیش کی جا سکتی ہیں بشرطیکہ جانچ کا موقع دیا جائے یا طلب کی جائیں اور میٹنگ مذکور کی روداد ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ یہی حالت دیگر معاملات کی ہے جن کا ذکر میمورنڈم میں کیا گیا ہے۔ براہ عنایت اردو والوں کی شکایت پر توجہ فرما کر گورنمنٹ راجستھان کے احکام کی عزت و احترام کے پیش نظر ان کی واقعی تعمیل ماتحتان سے کرائی جائے۔

میمورنڈم کا متن یہ ہے کہ:۔

اردو کمیٹی۔ راجستھان حکومت نے مہربانی فرما کر راجستھان میں اردو کے مسائل حل کرنے کی غرض سے ۶۴ء میں ایک کمیٹی کی تشکیل کی تھی۔ جس کے سال میں دو اجلاس ہونے قرار پائے تھے مگر اب تک ڈھائی سال سے زیادہ عرصہ میں صرف دو ہی میٹنگ ہوئیں۔ پہلی ۲۷ر ستمبر ۱۹۶۵ء کو جس میں پرائمری اسکولوں میں اردو مادری زبان والے طلبہ کی تعلیم کا ان کی مادری زبان کے ذریعہ خاطر خواہ انتظام نہ ہونے کا سوال پیش ہوا۔ برائے انجمن ترقی اردو راجستھان کے نمائندے نے ایک نامکمل گوشوارہ بھی اس عدم تعمیل کے ثبوت میں پیش کیا جس کی بابت طے ہوا تھا کہ اس کی جانچ کرائی جائے گی۔ مگر جہاں تک انجمن کو علم و یقین ہے اب تک کوئی جانچ نہیں ہوئی۔

درسی کتب۔ دوسرا سوال تھا کہ راجستھان کے قومی بورڈ نے جو پرائمری کلاسوں کے لئے اردو کی کتابیں چھپوائی ہیں ان میں بہت زیادہ املا و انشا کی غلطیاں ہیں طے ہوا تھا کہ اس طرف بورڈ کو توجہ دلائی جائے۔ تیسرا سوال قوانین وغیرہ کا اردو میں شائع ہونے کا تھا جس کی بابت لا سکریٹری صاحب نے باور کرایا تھا کہ عنقریب ترجمے شائع ہوں گے مترجمین کا انتظام کر لیا گیا ہے۔ مگر یہ دونوں سوال بھی اسی مقام پر ہیں کہ جہاں میٹنگ مذکور کے وقت تھے۔ اس کمیٹی کی دوسری میٹنگ ۶۶ء ۲۰ کو چیف سکریٹری صاحب راجستھان کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں (۱) ایجوکیشن سکریٹری (۲) ڈائرکٹر تعلیمات دیہات (۳) ڈپٹی ڈپٹی سکریٹری پنچایت و ڈیولپمنٹ (۴) جناب الطاف احمد خیری (۵) سکریٹری ٹیکسٹ بک کمیٹی راجستھان (۶) محکمہ زبان کے علاقائی افسر جناب منوہر پرشاد صاحبان اور (۷) نمائندہ انجمن ترقی اردو راجستھان مولوی احترام الدین احمد نے شرکت کی۔ اس میٹنگ میں حسب ذیل امور تحت بحث آکر طے کئے گئے۔

۱۔ کتب نصاب۔ برائے طلبہ پرائمری اسکولس کی غلطیوں کی بابت توجہ دلائی گئی جس کی بابت پہلی میٹنگ میں بھی سوال پیش ہوا تھا جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ برائں قرار پایا تھا کہ جب تک

ان کتابوں کا دوسرا ایڈیشن نہ شائع ہو اس وقت تک کے لئے اغلاط نامہ چھپوایا جا کر کتابوں میں منسلک کر دیا جائے۔ چیف سکریٹری صاحب نے اس بابت نیشنلائزڈ ٹیکسٹ بک بورڈ کے سکریٹری صاحب کو حکم دیا تھا کہ فوراً غلطیوں کی جانچ کی جا کر ایک رپورٹ پیش کریں اور جو غلطیاں رہ گئی ہیں ان کو دور کرنے کی کارروائی جلد سے جلد کی جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج تک وہی بے حد غلطیوں والی کتابیں اسی حالت میں ہیں کہ جس میں تھیں۔ نہ کوئی اغلاط نامہ چھپا ہے نہ کسی اور طرح غلطیاں دور ہوئیں۔ طلبہ کے دماغوں میں املا و انشا کی غلطیاں پیوست ہو رہی ہیں۔ یہ ایک نمایاں نمونہ ہے گورنمنٹ کے احکام کی تعمیل نہ کرنے کا جس کا ذمہ دار عہدہ دار یعنی جناب سکریٹری نیشنلائزڈ ٹیکسٹ بک بورڈ راجستھان۔

پنچایت سمتیاں۔ چیف سکریٹری صاحب نے یقین دلایا تھا کہ پنچایت سمیتیوں کے اسکولوں میں جو مادری زبان کے ذریعہ تعلیم کا رواج بند کر دیا گیا ہے اور مادری زبان کی تعلیم نہیں دی جا رہی ہے وہ اس بابت معقول انتظام کر دیں گے۔ انجمن کو یقین ہے کہ احکام ضرور جاری ہوئے ہوں گے۔ مگر اب تک عملی شکل نظر نہیں آتی۔ اگر پیش گاہ والا سے یہ معلوم فرما لیا جائے کہ پنچایت سمیتیوں کے کس کس اسکول میں اردو کی تعلیم دی جاتی ہے اور کہاں کہاں اردو ذریعہ تعلیم ہے۔ تو انجمن کی اس گزارش کا پہلا ثبوت سامنے آجائے گا کہ ایسا کہیں بھی نہیں ہے۔

سرکاری اسکول۔ سرکاری اسکولوں میں اردو کے ذریعہ تعلیم دئے جانے کی بابت چیف سکریٹری صاحب نے ایجوکیشن سکریٹری صاحب سے کہا تھا کہ وہ انسپکٹروں کے نام ایک خصوصی حکم جاری کر دیں کہ وہ یہ بتائیں کہ اردو کے متعلق احکام کی تعمیل کہاں تک ہو رہی ہے۔ اور اس مقصد کے لئے انسپکشن رپورٹ میں ایک کالم بھی بڑھا دیا جائے۔

چونکہ میٹنگ مذکور کی تاریخ سے اب تک ناظم محکمہ تعلیم کے رویہ اور طلبائے اردو کے متعلق عمل میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی۔ شکایات برابر وصول ہو رہی ہیں مثال کے طور پر چورو کے شکایتی تار کی نقل پیش ہے۔ اس لئے انجمن کے خیال سے گورنمنٹ کے ان احکام کی بھی یا تعمیل نہیں ہوتی یا ہوتی ہے تو بے اثر و بے نتیجہ۔ سابقہ میمورنڈم میں حسب ذیل امور کی بابت یہ عرض کیا گیا تھا کہ

(۱) جن پرائمری اسکولوں میں گورنمنٹ کی منظور کردہ تعداد طلبہ پوری ہے اور پھر بھی اردو جاری نہیں ہے وہاں اس کا اجرا کیا جائے۔

(۲) مادری زبان اردو کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔

(۳) پنچایت سمیتیوں کے پرائمری اسکولوں میں اردو کا بحیثیت مادری زبان پڑھائے جانے کا انتظام کیا جائے۔

(۴) مڈل اسکولوں میں با مقررہ تعداد طلبہ موجود ہونے کی حالت میں اردو کی تعلیم جاری کی جائے۔

(۵) سکنڈری اور ہائر سکنڈری اسکولوں میں تھرڈ لینگویج اور اختیاری مضمون کی حیثیت سے اردو کی تعلیم کا اجرا فرمایا جائے۔

(۶) کورس کی کتابوں کی صحت کرائی جائے۔

(۷) اردو کی کتابوں کی اسکول لائبریریوں اور پبلک لائبریریوں کے لئے خریداری کا انتظام ہو۔

(۸) اردو کے ٹیچروں کی ٹریننگ کا انتظام کیا جائے۔

(۹) رجسٹر تعداد طلبہ کا اجرا کرایا جائے۔

(۱۰) معقول اردو دستاویزات کا اردو میں دیا جانا شروع کرایا جائے۔

(۱۱) قوانین وغیرہ کی اردو میں اشاعت ہونا شروع ہو۔

(۱۲) ساہتیہ اکاڈمی کی جانب سے اردو کی کتابوں کی طباعت کا انتظام کرایا جائے۔

عالیجناب! یہ سب امور وہ ہیں جن کی بابت گورنمنٹ راجستھان احکام جاری کر چکی ہے۔ لیکن ماتحت تعمیل نہیں کرتے۔ اس لئے ان کی بابت تو صرف اسی قدر گزارش ہے کہ حکومت سختی سے ماتحتوں سے تعمیل کرائے تاکہ بار بار رنج خراشی کی تکلیف نہ دی جائے اور اہل اردو مطمئن ہو کر شکر گزار ہوں۔ البتہ حسب ذیل امور ایسے ہیں کہ جن کی بابت ہماری حکومت نے ابھی کچھ نہیں کیا۔

(الف) دہلی، بہار، یوپی، کشمیر، آندھرا، پنجاب اور مغربی بنگال سے اردو کے ماہنامے نکل رہے ہیں۔ مگر راجستھان سے کوئی رسالہ اردو میں نہیں نکلتا جو نکلنا چاہئے۔

(ب) ان ریاستوں کی طرح راجستھان میں بھی اردو سیکشن قائم ہو جو مختلف اسکیمیں وغیرہ صحیح طریق پر شائع کرائے۔

(ج) ۱۵ اگست، ۲۶ جنوری، ۲ اکتوبر اور ۱۴ نومبر کو سرکاری سطح پر مشاعرے ہونے چاہئیں۔

(د) دوسری ریاستوں کی طرح اردو کی بھی کتابوں پر انعام دئے جائیں۔

(ہ) عرس وغیرہ کے موقع پر اردو میں گورنمنٹ کی منشا کے مطابق اچھی پبلسٹی ہو سکتی ہے گورنمنٹ چاہے تو ایسے موقعوں سے فائدہ اٹھائے۔

(و) راجستھان کے کسی ایک بھی ضلع میں کوئی پی۔آر۔او یا اے۔پی۔آر۔او ایسا نہیں جو اردو داں ہو، لہذا جہاں اردو داں طبقہ معتدبہ تعداد میں ہے وہاں ایسے بھی افسر مامور کئے جائیں جو اردو بھی جانتے ہوں۔

(ز) ساہتیہ اکاڈمی راجستھان میں ایک یا زائد نمائندہ اردو منجانب انجمن ترقی اردو راجستھان بھی مقرر کیا جائے۔

(ح) اردو کمیٹی مقررہ گورنمنٹ راجستھان کی میٹنگیں وقت پر ہوتی رہنی چاہئیں۔

براہ کرم ان جملہ امور پر توجہ مبذول فرما کر احکام جاری فرمائے جائیں اور ان کی تعمیل بھی کرائی جائے۔

حضرات! سوائی مادھوپور ضلع اردو ریڈنگ روم کے انتظام کا مسئلہ بھی کافی اہم ہے۔ اس کی تعمیر کے سلسلے میں بہر طور روپیہ کی رقم حاصل ہوئی اور مزید رقم انجمن اپنے سرمایہ سے صرف کی۔ ریڈنگ روم کے بقدر ضرورت کتابیں بھی فراہم ہو چکی ہیں لیکن ماہنامہ میں خاطر خواہ انتظام نہیں ہو سکا ہے جس کی سخت اور جلد ضرورت ہے۔

حضرات! انجمن ہذا کے سابق صدر الحاج خان بہادر اسلطانت محمد صاحب قیصری نے چودہ سال تک انجمن ہذا کی جس عمدہ انداز میں اور جس توجہ اور خوبی سے سرگرمی خدمت فرمائی وہ تعریف و توصیف سے بالاتر ہے۔ ان کے بعد نومبر ۱۹۶۶ء سے جس دور اندیشی، ذوق و شوق اور انتہائی دلچسپی سے رائے بہادر پنڈت اوتار نرائن صاحب بہادر اس ادارے کی صدارت فرما رہے ہیں اس کی مثال ملنا بھی دشوار ہے۔ انجمن ان صاحبان کی بے حد ممنون و شکر گزار ہے۔ اور ساتھ ہی اپنے تمام کارکنوں اور بہی خواہوں کے تعاون کی بھی شکر گزار ہے۔ (سکریٹری)

آل احمد سرور

میرا صفحہ

۲۰ اور ۲۱ اپریل کو سری نگر میں قومی یکجہتی کونسل کا جو جلسہ ہو رہا ہے وہ کئی حیثیتوں سے اہم ہے ادھر ملک میں آئے دن فرقہ وارانہ فسادات ہو رہے ہیں اور جیسا کہ جے پرکاش نرائن نے ایک بیان میں کہا ہے، بہت چھوٹے چھوٹے جھگڑوں پر بڑے بڑے اور مسلسل فسادات ظاہر کرتے ہیں کہ کوئی جماعت در پردہ ہر بات کا بتنگڑ بنانا اور اقلیتوں کے جان و مال کا نقصان کر کے اپنا دبدبہ قائم کرنا چاہتی ہے انھوں نے اس پر بھی بڑے رنج کا اظہار کیا ہے کہ وہ بہت پڑھا لکھا طبقہ جو ان فسادات کو پسند نہیں کرتا، خاموش اور بے بس ہے۔ دراصل یہی بات سب سے زیادہ تشویش ناک ہے ظاہر ہے کہ حکومت اگر چوکس ہو تو وہ آسانی سے فسادات کو بڑھنے سے روک سکتی ہے اگر فسادات کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ اگر وقت پر حفاظتی تدابیر اختیار کی جائیں اگر غافل افسران سے باز پرس ہو تو فسادات کی لے ضرور کم ہو سکتی ہے مگر ہماری یہ بہت بڑی غلطی ہوگی اگر ہم اسے صرف قانون اور امن کا ایک مسئلہ سمجھیں کسی شہر میں کچھ جھگڑالو آدمی ضرور ہوں گے۔ کچھ غنڈے بھی ہوں گے اور غنڈے کسی بھی مذہبی فرقے کے ہو سکتے ہیں۔ مگر غنڈے اپنی من مانی کرتے رہیں، عوام کو مشتعل کر کے ان سے انسانیت سوز حرکات کرائیں، قتل و غارتگری کے مرتکب ہوں، اور وہ اکثریت جو فسادات کو پسند نہیں کرتی خاموش اور بے بس رہے، یہ بات اس اکثریت کے لئے شرمناک ضرور ہے۔ اس لئے ہمیں معاملہ کی تہ میں جانا چاہئے۔

ہندوستان ایک سیکولر جمہوریت ہے۔ ہم نے اس سیکولر جمہوریت کا جو دستور بنایا ہے اس میں تمام مذاہب، تمام علاقوں، تمام زبانوں اور تمام تہذیبی گروہوں کو برابر کا درجہ دیا ہے۔ ریاست مذہبی بنیاد پر اپنے باسیوں میں کوئی فرق نہیں کرتی۔ ہمارے ملک میں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ اقلیت میں سب سے بڑی تعداد مسلمانوں کی ہے۔ اس کے بعد سکھوں، عیسائیوں اور پارسیوں کی۔ اکثریت کا یہ فرض ہے کہ وہ اقلیت کی دلجوئی کرے اور اپنے عمل سے ثابت کرے کہ ملک میں اقلیت کی بھی باعزت جگہ ہے اقلیت کا فرض ہے کہ وہ اکثریت سے تعاون کرے، اس کے جذبات کو سمجھنے کی کوشش کرے، اسے اپنے قریب لائے اور آپس میں ایک خوشگوار رشتہ قائم کرے۔ کوئی مذہب ملک کی خدمت میں حارج نہیں ہے۔ ہر مذہب والے کو اظہار خیال کی آزادی ہے بلکہ اپنے مذہب کی تبلیغ کی بھی۔ اس آزادی کی ذمہ داریاں بھی ہیں یعنی یہ بات اس طرح کہی جائے کہ دوسری جماعت کی دلآزاری نہ ہو اگر دستور کو پیش نظر رکھا جائے اور ہندوستان کی ہزاروں سال کی رواداری کی روایات کو اپنایا جائے، اگر ملک کو اقتصادی پستی سے نکال کر جدید دور کی خوشحالی کی منزل تک لانے کی لگن ہو تو یہ جھگڑے بہت جلد ختم ہو سکتے ہیں۔ ان جھگڑوں سے اقلیت میں ہراس، بد دلی اور مایوسی پھیلتی ہے اور ان کی ملک و قوم کی خدمت کے لئے کارکردگی مجروح ہوتی ہے۔ قومی دولت برباد ہوتی ہے۔ ملکی اتحاد کمزور ہوتا ہے تشدد کی فضا بڑھتی ہے۔ اقتصادی ترقی رکتی ہے بیرونی ملکوں کا خطرہ بڑھتا ہے دنیا میں رسوائی ہوتی ہے اور یہ سب کچھ اکثریت کو بھی متاثر کرتا ہے یا اقلیت سے زیادہ کرتا ہے ملک آگے بڑھتا ہے تو اکثریت کو زیادہ فائدہ پہنچتا ہے اور ملک پیچھے ہٹتا ہے تو اکثریت کا نقصان بالآخر زیادہ ہوتا ہے۔ یہ باتیں بھی جانی بوجھی ہیں پھر بھی فسادات کی لے کم نہیں ہوتی۔ اس لئے ہمارے نزدیک ان فسادات کی ذمہ داری سب سے زیادہ موجودہ سیاسی پارٹیوں پر ہے۔ اگرچہ چند کے سوا ملک کی بڑی بڑی پارٹیاں اپنے کو سیکولر کہتی ہیں مگر اول تو چناؤ کے وقت وہ بیشتر جذبات و تعصبات سے کام لیتی ہیں۔ دوسرے چونکہ اب تک ان کا مطمح نظر زیادہ تر کسی صورت سے سیاسی اقتدار حاصل کرنا رہا ہے اس لئے اگر ان کے سیاسی نفع کے سلسلے میں کچھ فسادات بھی ہو جائیں تو انھیں پروا نہیں ہوتی۔ پھر کچھ ایسی پارٹیاں بھی ہیں جو صاف صاف فرقہ وارانہ جذبات کو ہوا دیتی ہیں۔ ایسی پارٹیاں اکثریت میں بھی ہیں اور اقلیت میں بھی۔ مگر یہ بھی واضح ہے کہ اکثریت کی فرقہ واریت، اقلیت کی فرقہ واریت سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ وہ زیادہ نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اس کے پاس طاقت اور تعداد دونوں زیادہ ہیں۔ ہمارے نزدیک سیاسی معاملات میں فرقہ وارانہ پارٹیوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اکثریت کو تو اس کی سرے سے ضرورت نہیں، اقلیت کے بھی سیاسی حقوق سیکولر پارٹیوں کے ذریعے ہی مل سکتے ہیں۔ صرف مذہبی اور چند مخصوص تہذیبی معاملات میں اقلیت کے تمام لوگ مشترک مفاد رکھتے ہیں۔ عام سیاسی اور اقتصادی اور پیشوں کے معاملات میں اقلیت کا مفاد بھی اپنے ساتھ کے اقتصادی طبقے کے ساتھ ہے۔ ایک مسلمان استاد کا مفاد دوسرے مذاہب کے اساتذہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ ایک مسلمان کسان کا دوسرے کسانوں کے ساتھ، ایک مسلمان مزدور کا دوسرے مزدوروں کے ساتھ۔ دنیوی معاملات کو دنیوی علوم کی روشنی میں انھی کے مطابق طے کرنے میں کسی طرح لامذہبیت نہیں ہے۔

اس لئے فسادات صرف حکومت کی مضبوطی کی وجہ سے نہیں رکیں گے ان کے لئے لوگوں کا ذہن بدلنا ہوگا۔ جمہوریت اور سیکولرزم کا زبان سے نام لینا اور عمل میں انھیں نظر انداز کرنا زیادہ دنوں نہیں چل سکتا۔ قول اور عمل میں مطابقت ضروری ہے۔ اس کے بغیر ترقی اور امن کا کوئی خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ سیکولرزم ایک دن میں پیدا نہیں ہوتا، مگر اس کے لئے دائمی اور بھرپور کوشش ہونی چاہئے۔ اس کوشش کے معنی یہ نہیں کہ صرف لوگوں کو نصیحت کی جائے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ دانشور، اساتذہ، وکیل، ڈاکٹر، سیاست داں، فن کار، ادیب، تاجر، صنعت کار قومی اتحاد کے لئے سرگرم ہوں، سیکولر خیالات عام کریں، فرقہ واریت کے ہر چھوٹے بڑے مظاہرے کے خلاف آواز اٹھائیں، امن قائم کرنے میں خود مدد کریں اور حکومت سے بھی اصرار کریں۔ اس کے ساتھ ان لوگوں کا یہ بھی فرض ہے کہ تشدد کی سخت مذمت کریں خواہ بظاہر اس کے پیچھے کیسا ہی مقصد ہو۔ چنانچہ طلبہ کا تشدد بھی جو دراصل نئی نسل کی جھنجھلاہٹ، مایوسی اور اس کے غصے کو ظاہر کرتا ہے اسی وقت روکا جا سکتا ہے جب مذہب کے نام پر یا زبان کے نام پر یا علاقے کے نام پر جھگڑے بند ہوں، یا اگر جھگڑے ہوں تو وقت پر ختم ہو جائیں۔

دور آزادی کے تیس سال بعد لوگوں کو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ ان تیس سالوں میں ہمارے رہنماؤں نے جو وعدے کئے تھے وہ پورے نہیں کئے۔ ہم کو جس رفتار سے ترقی کرنی تھی وہ ہم نہیں کر سکے اور ایک نیا طبقہ ہی پیدا ہو گیا ہے جو اپنی باتوں ہی سے پہچانا جاتا ہے۔ حالانکہ [illegible] ہے۔ یہ غم و غصہ بجا ہے مگر اس غم و غصہ کے لئے اقلیتوں کو نشانہ بنانا، فساد کرنا اور قومی دولت کو برباد کرنا کس صورت میں جائز ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ٹھنڈے دل سے اور تبادلہ خیال سے جمہوری طریقہ کار کے مطابق اپنے مسائل کا حل نکالیں ورنہ تشدد اور فسادات جاری رہے تو پھر ہمارا حال غالب کے اس شعر کے مصداق ہوگا:

دل میں ذوق وصل و یاد یار تک باقی نہیں
آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

انجمن ترقی اردو (ہند) کی جانب سے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا